

## کربلا شناسی عشرہ محرم الحرام

مولانا ابوالکلام آزاد

عصر عاشور حسین مظلوم نے دین مبین اسلام کی بقا کی خاطر جو عظیم قربانیاں پیش کی تھیں وہ تاریخ بشریت کی عدیم المثال قربانیاں بن گئیں اور اسلام کا ایسا بیہ کردیا کہ رہتی دنیا تک کسی یزید میں یہ جرأت نہ ہوگی کہ حسین مظلوم کے سگوواروں سے بیعت کا مطالبہ کر سکے۔ ذکر شہادت حسین ہر اس موحد کا فریضہ ہے جس کے کانوں سے اذان کی آواز نکلا رہی ہے کیونکہ حسین نے اسی آواز اور نماز نیز ”دین محمدی“ کی بقا کی خاطر تلوار کو گلے لگایا تھا۔ اسی وجہ سے کائنات کے ہر گوشہ میں ان کا ذکر ہوتا ہے اور انسانی شعور کی بیداری کے ساتھ ہی ساتھ حسینیت کے ذکر میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور بقول شاعر

انسان کو بیدار تو ہولینے دو

ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین

ذیل میں مولانا ابوالکلام آزاد کے قلم سے حسین مظلوم کے ذکر کا مطالعہ کیجئے۔ (ادارہ)

شمع ہا بردہ ام از صدق بخاک شہدا

تا دل و دیدہ خونا پہ نشانم دادند

آئیے سب سے پہلے آج ایک بھولی بھولی صحبت ماتم کو پھر تازہ کریں۔

کتنے دن گزر گئے کہ راہ و رسم ماتم و شیون سے نا آشنا ہیں۔ نہ صدائے ماتم کی نفاں سنجی ہے اور نہ چشم خونبار کی اشک فشانی۔ کاروبار غم کی رونق افسردہ ہو چکی ہے اور بازار درد کی چہل پہل مدت سے موقوف ہے۔

نہ داغ تازہ می خواہد نہ زخم کہنہ می کارد

بدہ یارب دلی کین صورت بیجاں نمی خواہم

طرابلس کے خون آلود ریگستان کو اگر لوگوں نے بھلا دیا، مشہد مقدس اور تبریز کا قصہ الم اگر ذہنوں سے محو ہو گیا۔ مقدونیہ اور البانیہ کے تازہ ترین افسانہ ہائے خونین آرکروں سے فراموش ہو گئے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ ارباب درد و غم کے لئے ایک ایسی داستان الم صدیوں سے موجود ہے جو کبھی بھلائی نہیں جاسکتی، اور اگر لوگ اسے بھلا بھی دیں تو ہر سال چند ایسے ماتم آلود دن ہیں جو تازگی زخم کہن کے لئے آموجودہ ہوتے ہیں۔ جو از سر نو تیرہ سو برس پیشتر کے ایک حادثہ عظیم کی یاد پھر سے تازہ کر دیتے ہیں۔ اس سے میرا اشارہ حادثہ وہاں تک کہ بری یعنی شہادت حضرت سید الشہداء علیہ وعلی اجدادہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہے۔ عظیم اللہ اجورنا بمصائبنا۔

سچ یہ ہے کہ جن مردہ دلوں کو زندگی کے لئے سوز تپش کی ضرورت ہو، جن ارباب درد کو روح کی راحت کے لئے جسم کے ماتم کی تلاش ہو، جن کی زبانیں آہ و فغاں کو محبوب، اور جن کی آنکھیں خون نا بہ نشانی کو اپنا مطلوب و مقصود سمجھتی ہوں، ان کی صحبت ماتم و الم کی رونق کے لئے یہی افسانہ اتنا کچھ سامان غم اپنے اندر رکھتا ہے کہ اگر خون کے سیلاب سمندروں کی روانی سے بہہ جائیں اور بے شمار لاشوں کی تڑپ سے زمین کے بڑے بڑے قطعات یکسر جنبش میں آجائیں، جب بھی ان کی نداء حال اس الہام سرائی سے قاصر رہے گی، جو اس کے ایک ایک لفظ کے اندر عبرت و بصیرت ہے۔

لیکن آہ! کتنے دل ہیں جنہوں نے اس واقعہ کو اس حقیقی بصائر و معارف کے اندر دیکھا ہے؟ اور کتنی آنکھیں ہیں جو حسین ابن علی شہید پر گریہ و بکا کرتے ہوئے اس اسوہ حسنہ کو بھی سامنے رکھتے ہیں جو اس حادثہ عظیمی کے اندر موجود ہے؟

نی الحقیقت یہ آزادی و حریت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ایک عظیم الشان قربانی تھی جو صرف اس لئے ہوئی تاکہ پیروان اسلام کے لئے ایک اسوہ حسنہ پیش کرے۔ اور اس طرح جہاد حق و عدالت اور اس ثبات اور استقامت کی ہمیشہ کے لئے کامل ترین مثال قائم کر دے۔ کسی روح کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ محبت حسین کی مدعی ہو جب تک اسوہ حسینی کی متابعت کا اپنے اندر ثبوت نہ دے۔

دنیا میں ہر چیز مرجاتی ہے کہ فانی ہے مگر خون شہادت کے ان قطروں کے لئے جو اپنے اندر حیات الہیہ کی روح رکھتے ہیں کبھی بھی فنا نہیں:

کشتگان خنجر تسلیم را

ہر زمان از غیب جان دیگر است

سب سے پہلا نمونہ جو یہ حادثہ عظیم سامنے لاتا ہے دعوت الی الحق اور حق و حریت کی راہ میں اپنے تئیں قربان کرنا ہے۔ بنی امیہ کی حکومت ایک غیر شرعی حکومت تھی۔ کوئی حکومت جس کی بنیاد جبر و شخصیت پر ہو کبھی بھی اسلامی حکومت نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے اسلام کی روح حریت و جمہوریت کو غارت کیا۔ اور شوریٰ اور اجتماع امت کی جگہ غلبہ جاہرانہ اور مکرو خدع پر اپنی شخصی حکومت کی بنیاد پر رکھی۔ ان کا نظام حکومت شریعت الہیہ نہ تھا بلکہ محض اغراض نفسانی مقاصد سیاسیہ تھے ایسے میں ضرور تھا کہ ظلم و جبر کے مقابلہ کی ایک مثال قائم کی جاتی اور حق و حریت کی راہ میں جہاد کیا جاتا۔ حضرت سید الشہداء نے اپنی قربانی کی مثال قائم کر کے مظالم بنی امیہ کے مقابلہ میں جہاد حق کی بنیاد رکھی، اور جس حکومت کی بنیاد ظلم و جبر پر تھی اس کی اطاعت و وفاداری سے انکار کر دیا۔

پس یہ نمونہ تعلیم کرتا ہے کہ ظالمانہ و جاہرانہ حکومت کا اعلانیہ مقابلہ کرو اور کسی ایسی حکومت سے اطاعت و وفاداری کی بیعت نہ کرو جو خدا کی بخشش ہوئی انسانی حریت و حقوق کی غارت گر ہو اور جس کے احکام مستبدہ و جاہرہ کی بنیاد، صداقت و عدالت کی جگہ جبر و ظلم ہو۔

مقابلے کے لئے ضروری نہیں کہ تمہارے پاس قوت و شوکت مادی کا وہ سب ساز و سامان بھی موجود ہو جو ظالموں کے پاس ہے۔ کیونکہ حسین ابن علی کے ساتھ جمعیت قلیل کے سوا کچھ نہ تھا۔ حق و صداقت، نتائج کی فکر سے بے پرواہ ہے۔ نتائج کا مرتکب کرنا تمہارا کام نہیں، یہ اس قدرت قاہرہ عادلہ الہیہ کا کام ہے جو حق کو باوجود ضعف اور فقدان انصار کے، کامیاب و فہمند کرتی ہے اور ظلم کو باوجود جمعیت و عظمت دنیوی کے، نامراد و گلوں سار کرتی ہے۔

کم من فئۃ قلیلة غلبت فئۃ کثیرة باذن اللہ (۲۴۹:۱۲)

کتنی ہی چھوٹی جماعتیں ہیں جو بڑی عتوں پر حکم الہی سے غالب آگئیں۔

ایسے موقعوں پر ہمیشہ مصلحت اندیشیوں کا خیال دامسکیر ہوتا ہے۔ جوئی نفسہ اگر چہ عقل و دانائی میں آکر فرشتہ ہے، لیکن کبھی کبھی شیطان رجیم بھی اس کے بھیس میں آکر کام کرنے لگتا ہے۔ نفس خادع حیلہ تراشیاں کرتا ہے کہ صرف اپنے تئیں کٹوا دینے اور چند انسانوں کا خون بہا دینے سے کیا حاصل؟ توپ و تفنگ و تخت و سلطنت کا مقابلہ کس نے کیا ہے کہ ہم کریں؟

آخری سوال کا جواب میں دے سکتا ہوں۔

تاریخ عالم کی صد ہا امثال مقدسہ و محترمہ جہاد سے قطع نظر، تمہارے سامنے خود مظلوم کر بلا کی مثال

موجود ہے۔ تم کہتے ہو کہ چند انسانوں نے حکومت کی قوتوں اور ساز و سامان کا مقابلہ کب کیا ہے کہ کبھی بھی کیا جائے؟ میں کہتا ہوں کہ حسین ابن علی نے صرف (۷۲) یا بائیس بھوکے انسانوں کے ساتھ اس عظیم الشان حکومت قاہرہ و جابر کا مقابلہ کیا جس کے حدود سلطنت ملتان اور سرحد فرانس تک پھیلنے والے تھے۔ اور گویہ سچ ہے کہ حسین نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے دل کے ٹکڑوں کو بھوک اور پیاس کی شدت سے تڑپا دیکھا، اور ایک ایک کر کے ان میں سے ہر وجود مقدس خاک و خون میں تڑپا اور جاں بحق تسلیم ہوا۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ دشمنوں سے نہ تو پینے کے لئے پانی چھین سکے اور نہ زندہ رہنے کے لئے اپنی غذا حاصل کر سکے۔ اور اس میں بھی شک نہیں بالآخر سر سے لے کر پیر تک وہ زخموں سے چور چور ہوئے اور اس خلعت شہادت لالہ گوں سے آراستہ تیار ہوئے تاکہ اس کرشمہ ساز عجاب کے حریم وصال میں پہنچیں جو دوستوں کو خاک و خون میں تڑپاتا اور دشمنوں کو مہلت دیتا ہے۔

ارید و صلا و یرید قتلی

تاہم فتح اس کی تھی اور فیروز مندی اور کامرانی کا تاج صرف اس کے زخم خوردہ سر پر رکھا جا چکا تھا۔ وہ تڑپا اور خاک و خون میں لوٹا، پر اپنے اس خون کے ہر قطرے سے جو اس کے زخموں سے ریگ و سنگ پر بہا تھا، انقلاب و تغیرات کے وہ سیلاب ہائے آتشیں پیدا کر دئے، جن کو جن نہ تو مسلم بن عقبہ کی خون آشامی روک سکی، نہ حجاج کی بے امان خونخواری اور نہ عبد الملک کی تدبیر و سیاست۔ وہ بڑھتے اور بڑھتے ہی رہے۔ ظلم و جبر کا پانی تیل بن کر ان شعلوں کی پرورش کرتا رہا۔ حکومت کا غرور ہوا بن کر ان کی ایک چنگاری کو آتش کدہ سوزاں بناتا رہا۔ یہاں تک کہ آخری وقت آ گیا۔ اور جو کچھ ۶۱ ہجری میں کربلا میں ہوا تھا وہ سب کچھ سنہ ۱۳۲ ہجری میں نہ صرف دمشق بلکہ تمام عالم اسلام کے اندر ہوا۔ صاحبان تاج و تخت خاک و خون میں تڑپے، ان کی لاشیں گھوڑوں کے سموں سے پامال کی گئیں۔ فتح مندوں نے قبریں تک اکھاڑ ڈالیں اور مردوں کی ہڈیوں تک کو ذلت اور تحقارت سے محفوظ نہ چھوڑا اور اس طرح: و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون (۲۶-۲۷) کا پورا ظہور ہوا۔ پھر یہ سب جو ہوا وہ ابراہیم عباسی کی دعوت اور ابو مسلم خراسانی کی خفیہ دوانیوں ہی کا نتیجہ نہ تھا۔ کیا یہ اسی خون کا اعجاز نہ تھا جو فرات کے کنارے بہایا گیا تھا۔ پھر یہ فتح مندی تو برجست ظاہر ہے جس کے نتیجے کے لئے ایک صدی کا انتظار کرنا پڑا۔ ورنہ فی الحقیقت مظلومیت کا خون جس وقت بہتا ہے اسی وقت اپنی فتح مندی حاصل کر لیتا ہے۔

بہر حال یہ تو حق و صداقت کی قربانیوں کے نتائج ہیں جو کبھی ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتے لیکن حضرت سید الشہداء کا اسوہ بتلاتا ہے کہ تم ان نتائج کی ذرا پرواہ نہ کرو۔ اگر ظلم اور جاہلانہ حکومت کا وجود ہے تو اس کے لئے حق کی قربانی ناگزیر ہے۔ اور اسے ہونا ہی چاہئے۔ تعداد کی قلت و کثرت یا سامان و وسائل کا فقدان اس پر موثر نہیں ہو سکتا۔ اور ظلم کا صاحب شوکت و عظمت ہونا اس کے لئے کوئی الہی سند نہیں ہے کہ اس کی اطاعت ہی کر لی جائے۔ ظلم خواہ ضعیف ہو، خواہ قوی ہر حال میں اس کا مقابلہ کرنا چاہئے کیوں کہ وہ ظلم ہے اور حق و انصاف ہر حال میں یکساں اور غیر متزلزل ہے۔

حق و صداقت کی رفاقت کی آزمائشیں زہرہ گداز اور شکیب ربا ہیں۔ قدم قدم پر حفظ جان و ناموس اور محبت فرزند و عیال کے کانٹے دامن کھینچتے ہیں لیکن یہ اسوہ حسنہ مومنین مخلصین کو درس دیتا ہے کہ اس راہ میں قدم رکھنے سے پہلے اپنی طلب و ہمت کو اچھی طرح آزمائیں۔ ایسا نہ ہو کہ چند قدموں کے بعد ہی ٹھوکر لگے۔

#### جرم را این جا عقوبت استغفار نیست

اس قاتلِ جاہدِ حق و صداقت کے چاروں طرف جو کچھ تھا اس کا اعادہ ضروری نہیں کہ سب کو معلوم ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی آزمائشوں کے متعدد درجے بیان کئے ہیں۔

ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف و الجوع و نقص من الاموال و الانفوس و الثمرات و بشر الصبرین الذین اذا اصابتم مصیبة قالوا اننا لله و انا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ تمہیں آزمائشوں میں ڈالے گا۔ وہ حالت خوف و ہراس بھوک اور پیاس نقصان مال و جان اور ہلاکت اولاد اقارب میں مبتلا کر کے تمہارے صبر و استقامت کو آزمائے گا۔ پس اللہ کی طرف سے بشارت ہے ان کے لئے جن کے ثبات و استقامت کا یہ حال ہے کہ جب مصائب میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو اپنے تمام معاملات یہ کہہ کر اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں کہ انا لله و انا الیہ راجعون۔

خوف و ہراس، بھوک اور پیاس، نقصان اموال و متاع، قتل نفس و اولاد یہی چیزیں انسان کے لئے اس دنیا میں انتہائی مصیبتیں ہو سکتی ہیں۔ اس لئے ان ہی چیزوں کو راہِ الہی کے لئے آزمائش قرار دیا گیا ہے۔

لیکن مظلوم کر بلا کے سامنے یہ تمام مرحلے ایک ایک کر کے موجود تھے۔ وہ ان تمام مصائب سے

ایک لمحہ کے اندر نجات پا کر آرام و راحت اور شوکت و عظمت حاصل کر سکتا تھا۔ اگر حکومت ظالمہ کی وفاداری و اطاعت کا عہد کر لیتا اور حق و صداقت سے روگردانی کے لئے مصلحت وقت کی تاویل کرتا، پر اس نے خدا کی مرضی پر ترجیح دی اور حق کا عشق، زندگی اور زندگی کی محبتوں پر غالب آ گیا۔ اس نے اپنا سر دے دیا کہ انسان کے پاس حق کے لئے یہی کچھ ہے۔ یہی ایک آخری متاع ہے، پر اطاعت و اقرار و وفاداری کا ہاتھ نہ دیا جو صرف حق و عدالت ہی کے آگے بڑھ سکتا تھا۔

و من الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف العباد۔  
اور جو لوگ اللہ کی خوشنودی کی طلب میں جائیں تک فروخ کر دیتے ہیں اور اللہ بھی اپنے بندوں کے لئے شفقت و مہربانی رکھنے والا ہے۔

سب سے بڑا اسوہ حسنہ کہ اس حادثہ عظیم کی لسان حال اسکی ترجمانی کرتی ہے۔ راہ مصائب و جہاد حق میں صبر و استقامت اور عزم و ثبات ہے کہ:

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا

بلاشبہ جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہی ہے اور پھر اس بات پر قائم رہے۔  
دوسری جگہ کہا:

فاستقم كما امرت

پس چاہئے کہ جس طرح تمہیں حکم دیا گیا ہے (اے نبیؐ) قائم رہو۔

(اپنی راہ میں) استوار ہو جاؤ۔

فی الحقیقت اس شہادت عظیمی کی سب سے بڑی رمزیت و خصوصیت یہ ہے کہ اپنے عزیز و قارب، اہل و عیال اور فرزند و احباب کے ساتھ دشت غربت و مصائب میں محصور ہونا، اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے جگر گوشوں کو شدت عطش و جوع سے آہ و نغاں کرتے ہوئے دیکھنا، پھر ان سے ایک ایک کی خون آلود لاش کو اپنے ہاتھوں سے اٹھانا، حتیٰ کہ اپنے طفل شیر خوار کا بھی تیر ظلم و بربریت سے نجات پانا۔ مگر بایں ہمہ راہ حق و صداقت میں جو پیمان صبر و استقامت باندھا تھا اس کا ایک لمحہ بلکہ ایک عشرہ و دقیقہ کے لئے بھی متزلزل نہ ہونا، اور حق کی راہ میں جس قدر مصائب و اندوہ پیش آئے سب کو شکر و منت کے ساتھ برداشت کرنا۔ کہ

رضینا بقضاء اللہ وصبرنا علی بلائہ

پیکان ترا بجان خریدار  
من مرہم دیگران نخواہم  
دوست کے ہاتھ سے جام زہر بھی ملتا ہے تو تشنہ کا مان زلالِ محبت سے غیروں کے جامِ شہد و شکر  
پر ترجیح دیتے ہیں۔

اے جفاہای تو خوشتر از وفای دیگران  
آج بھی اگر گوشِ حقیقت نبوش باز ہو تو خاکِ کربلا کا ایک ایک ذرہ تو صیہ فرمائے صبر و  
استقامت ہے۔

شدیم خاک ولیکن ہوائِ تربت ما  
تواں شناخت کزین خاکِ مردی خیزد  
افسوس کہ تفصیلِ مطالب کا ارادہ نہیں اور وقت و گنجائشِ مقتضی ایجاز۔ اگر اس صبر و استقامت کے  
اسوہ حسنہ کو دیکھنا چاہتے ہو تو خدا را اسفار تاریخ کی طرف توجہ کرو۔